OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

لکھنوی غزل میں نعتیہ عناصر
N'atiya Elements in *Lucknwī* Ghazal

Sadia Noreen
PhD. Scholar, Urdu Department, Govt. College Women University, Faisalabad
Dr. SadafNaqvi
Head of Urdu Department, Govt. College Women University, Faisalabad

Abstract

Naat is a sacred Genre of Literature that is the interpretation and explanation of Dignities of the Holy Prophet Hazrat Muhammad (SAWW). Naat writing is the written expression of the Love of the Holy Prophet. In it the poet expresses his slavery of the Holy Prophet in various ways. The word Naat does not indicates the Genre but the theme and topic. Naat may be written in Qaseeda, Masnvi, Ghazal, Rubaee, Qataa, Muustzad, Tarjee band, Masnvi, Musallas, Nazam and any other form. The poets of Lucknow school of thought have expressed their love for the Holy Prophet in various forms of poetry. In this article I shall point out the Ghazal form of poetry in the Naats of Lucknow school of thought. Ghazal is the most popular form of Urdu poetry. Its meaning of dictionary is the conversations with women, expression of love and beauty. In the beginning this genre of poetry was limited to internal expression. Gradually it got the vastness of expression and in accumulated the topics and themes of the whole world. Every verse of it is one complete unit form meaningful point of view.

Key words: Prophet, Sword, Asset, Prophet's biography, Universe, Amalgam, Passion

CC BY

تمہید

نعت عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مادہ "ن۔ع۔ت"، لغوی معنی تعریف و توصیف کے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف میں کہا جانے والا لفظ "نعت" لغوی و اصطلاحی معنوں میں اس قدر مقبول عام ہو چکا ہے کہ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہتی، صرف نعت رسول یا نعت نبی کہہ دینے سے مفہوم و مقصد واضح ہو جاتا ہے۔ ہر محقق نے نعت کی وضاحت اپنے اپنے انداز میں کی ہے۔ نعت کا یہ فکری و فنی سفر تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ زندہ ادب کی یہی پہچان ہوتی ہے کہ وہ شب و روز فزوں تر رہتا ہے۔ نعت کے معنی تعریف و توصیف اور وصف و خوبی کے ہیں۔ ایسی تمام تحریریں نعت کے زمرے میں آئیں گی جس میں رسول اکرم کی ﷺ ثناو ستائش اور تعریف و توصیف بیان کی گئی ہو۔ یہ لفظ مستقل طور پر ایک موضوع کا احاطہ کرتا ہے اور اس سے مراد وہ تمام خزائن و ذخائر ہوتے ہیں جو حضور اکرم ﷺ کے فضائل و مناقب، شمائل و خصائص، اخلاق و کردار، تعریف و توصیف اور مدح و ثنا پر مشتمل ہوتے ہیں چاہے وہ نظمی صورت میں ہوں یا نثری صورت میں۔ خدائے واحد کے بعد جس ہستی کا ذکر باعث شفاعت ہے وہ رحمت اللعالمین، شافع محشر، وجہ وجود کائنات حضرت محمد ﷺ کی ذات ہے۔ حفیظ صدیقی نعت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

> "سرور کائنات کی بارگاہ میں شاعر کا نذرانہ عقیدت نعت کہلاتا ہے۔ باالفاظ دیگر نعت ان اشعار کو کہتے ہیں جن میں خاتم المرسلین ﷺ کی مدح و ستائش اور آپ ﷺ کے اوصاف و شمائل کا تذکرہ ہو، شاعر کا ذوق زیارت اور امید التفات جیسے عشقیہ مضامین جن کے پیچھے عشق رسول کا جذبہ ہو اصولاً نعت کے دائرے میں داخل ہیں۔"[1]

ہر وہ ادب پارہ جس میں حضور اقدس ﷺ کا ذکر ہو، مدح ہو، ثنا ہو، تعریف و توصیف ہو، سراپا کا بیان ہو، شبیہ و شمائل اقدس کی لفظی تصویر کشی، عادات و اخلاق کا بیان ہو، فضائل و محسن جمیلہ کا اظہار ہو، حضور ﷺ سے خطاب ہو، آپ سے استغاثہ و فریاد ہو، عقیدت و محبت کے جذبات کی ترجمانی ہو، مقصد و بعثت نبوت کا تذکرۂ خیر ہو یا ذات رسالت مآب کا ذکر جمیل ہو۔ الغرض ہر وہ ادبی کاوش جو اپنے قاری یا سامع کو مصطفی جان رحمت ﷺ کی طرف متوجہ اور قرب کا احساس پیدا کرے چاہے وہ نثری ہو یا نظمی بلاشبہ "نعت" ہے۔ نعت گوئی ایک مشکل فن ہے جو تیز دھار تلوار چلنے کی مانند ہے۔ نعت گوئی شاعری کا نگینہ کہلاتی ہے۔ نعت کا حق ہر شخص سے ادا نہیں ہو سکتا، جس ذات کی مدح خود رب اللعالمین نے کی ہو، دوسری طرف شاعر کو زبان اور شاعری کے جمالیاتی تقاضوں کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ وہی قلم حقیقی محبت کے پھول بکھیر سکے گا جو جذبہ عشق سے سرشار اور فن کی باریکیوں سے واقف ہو۔

اصطلاحی مفہوم

اصطلاحی معنوں میں لفظ نعت وسیع تناظر میں نظر آنے لگا ہے مدح کے ساتھ رسول ﷺ کی ترکیب استعمال کرنا ضروری ہے۔ چوں کہ یہ لفظ آپ ﷺ کہ ذات سے مخصوص ہو چکا ہے اس لیے لفظ "نعت" سے مراد "نعتِ رسول ﷺ" ہی ہے۔ نعت کی اصطلاح شاعری کے لیے مخصوص نہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ کی تعریف و ستائش، صفات حسنہ، اخلاق سعیدہ، صورت و سیرت اور اسوۂ مبارک کی حامل تحریری نثری شکل میں بھی ہو سکتی ہیں ہر وہ نثری و نظمی ٹکڑہ جس کا اطلاق آنحضرت ﷺ کی مدح سے ہو نعت کہلائے گا لیکن اردو اور فارسی میں عموماً منظوم مدح سے مراد لی جاتی ہے جب نعت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے وہ تمام ذخیرہ مراد ہوتا ہے جو آنحضرت کے فضائل و مناقب اور شمائل پر مشتمل ہو۔ اہل ایمان کا سب سے قیمتی سرمایہ محبت رسول ﷺ ہے۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کو سمجھنا، میلانات کو اپنانا، تعلیمات پر عمل پیرا ہونا اور سیرت رسول

ﷺ کی جستجو کرنا انسانیت کا اولین فرض ہے کیوں کہ حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ تم میں سے کسی کا بھی ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور سب سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرنے والا نہ ہو۔ حضور اکرم ﷺ سے والہانہ عقیدت و محبت کا قلمی اظہار نعت کی شکل میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ خلاق عالم نے وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَک فرما کر اپنے حبیب کے ذکر کو پھیلانے اور بلند رکھنے کی ضمانت دی۔ بہت سے خوش نصیب ایسے ہیں جنھوں نے نفسا نفسی کے دور میں محسن اعظم ﷺ کی مدح کو اپنا کر اطمینان قلب حاصل کیا۔ نعت کمالات محمدی ﷺ کی تفسیر اور پاکیزہ و مقدس صنف سخن ہے، جسے تمام اصناف سخن پر فوقیت حاصل ہے اور اس کا موضوع صرف ثنائے رسول ﷺ ہے۔ نعت کا جذبہ دلوں میں حبِّ رسول ﷺ کی شمع فروزاں کرتا ہے۔ یہ حضور ﷺ کے حقیقی کمالات کی ایسی پیشکش ہے جس سے ایمان کی تازگی اور بالیدگی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب مداح کا دل رسول اکرم ﷺ کی محبت کے حقیقی جذبات سے سرشار ہو۔ یہ مدح رسول ﷺ کا ایسا مستحسن انداز ہے جس میں الفاظ زبان سے نہیں پلکوں سے ترتیب دیے جاتے ہیں۔ راجا رشید محمود نعت کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

> ”نعت سنت کبریا ہے۔ قلم و زبان کا اس راہ پر قدم رکھنا تلوار پر چلنا ہے اس فرض سے وہی شخص بطریق احسن عہدہ برآ ہو سکتا ہے جس کی نگاہ علم کے تمام شعبوں پر ہو، جو شریعت پر پوری طرح عامل ہو۔ جو رحمت عالم ﷺ سے سچی محبت رکھتا ہو۔ جس شخص کو ممدوح کبریا کی رفعتِ شان کا ادراک و احساس نہ ہو وہ نعت کیا لکھے گا، کیا سمجھے گا“[2]

نعت گوئی عشق رسول ﷺ کا قلمی اظہار ہے، جس میں مداح مصطفٰی ﷺ محبت و عقیدت اور ادب و احترام کے جذبے سے سرشار ہو کر مختلف انداز میں اپنی غلامی کا اظہار کرتا ہے۔ نعت در حقیقت سیرت و صورت مصطفی ﷺ کا مجموعہ ہے۔ بلند پایہ نعت ان کے حسن امتزاج سے جنم لیتی ہے۔ اگر نعت میں حسن و جمال محمدی ﷺ کی ضیا پاشیوں کو نہ سمویا جائے تو نعت سوز و گداز قلبی کے ساتھ حسن تغزل سے محروم رہ جاتی ہے اور اگر سیرت و کردار کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ نہ کیا جائے تو نعت میں ہمہ گیریت اور جامعیت نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ کے سیرت و کردار کی وسعتیں لامحدود ہیں۔ آپ ﷺ کی پاکیزہ صورت آپ ﷺ کی سیرت عالیہ کا ہی پرتو ہے۔ نعت گوئی کے لیے جذبہ نیاز سے لبریز دل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہجہ ایسا ہو جو خلوص و محبت، عشق و فریفتگی اور ادب و احترام کے تمام پہلوؤں سے لبریز ہو۔ تخیل کی پرواز ایسی ہونی چاہیے جو بے پناہ قوت عشق کی بدولت تمام مکانی و لامکانی فاصلے ختم کر دے۔ غزل اردو کی اہم اور مقبول ترین صنف شاعری ہے۔ غزل کے لغوی معنی حسن و عشق کی باتیں یا عورتوں سے متعلق باتیں ہیں۔ آغاز میں یہ صنف محض شاعر کی باطنی کیفیات کے بیان تک محدود تھی، رفتہ رفتہ اس میں وسعت آتی چلی گئی اور اس نے دنیا و جہاں کے مسائل و موضوعات کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ غزل کا ہر شعر اپنا الگ مفہوم رکھتا ہے اور پوری غزل ایک ہی بحر میں ہوتی ہے۔ مطلع کا ہونا بھی ضروری ہے۔ پوری غزل ہم قافیہ و ہم ردیف (یا صرف ہم قافیہ) ہوتی ہے۔ غزل کے آخری شعر میں شاعر اپنا تخلص لاتا ہے۔ بقول ڈاکٹر صدف نقوی:

> ”اصطلاحی معنوں میں غزل ایک ایسی صنف سخن ہے جو مخصوص عناصر ترکیبی پر مشتمل ایک مخصوص ہیئت رکھتی ہو۔ جس میں سوز و گداز، عشق و عاشقی اور درد و کسک کے مضامین ادا کیے جائیں۔“[3]

غزل کی مقبولیت کا راز یہی ہے کہ ہر شعر معنوی اعتبار سے ایک مکمل اکائی ہوتا ہے جب کہ دیگر اصناف میں تسلسل پایا جاتا ہے۔ کبھی کبھار پوری غزل یا چند اشعار میں موضوع یا خیال کا ربط و تسلسل موجود ہوتا ہے ایسی غزل قطعہ بند غزل کہلاتی ہے۔ لیکن اس صنف کی انفرادیت یہی ہے کہ ہر شعر اپنا جدا جدا مفہوم رکھتا ہو۔ یہ صنف ہر دور میں مقبول رہی۔ اس کے اشعار جزو حیات

معلوم ہوتا ہے۔ غزل میں ایجاز و اختصار کے وصف کی وجہ سے شاعر علامتوں، کنایوں، استعاروں، تشبیہوں اور صنائع بدائع جیسے سہاروں سے کام لیتا ہے۔ عطش درانی لکھتے ہیں:

"غزل لفظ اور معنی کا حسین امتزاج ہے اس میں جذبے کی سچائی، نغمگی اور موسیقیت اس کے اعلیٰ ہونے کا ثبوت ہوتی ہے۔ اس کا ہر شعر تراشا ہوا نگینہ ہوتا ہے۔"[4]

عربی قصیدے کی تشبیب سے غزل

بعض محققین کے خیال میں عربی قصیدے کی تشبیب سے غزل کا آغاز ہوا۔ عشقیہ تشبیب کو اہلِ فارس نے غزل کا نام دیا۔ عربی قصیدے سے غزل فارسی میں آئی اور فارسی سے اردو کا حصہ بنی۔ اردو شعرانے فارسی تشبیہات و استعارات کو قبول کر کے اردو میں رواج دیا۔ اگرچہ مسعود سعد سلمان اردو کا پہلا شاعر ہے لیکن محققین کی دریافت کے مطابق سب سے پہلی اور مکمل غزل امیر خسرو کی ہے۔ شاہان اودھ اور گولکنڈہ نے اہلِ فن کی قدر دانی کی اور اردو غزل کے فروغ میں اپنا حصہ ڈالا۔ غزل کے موضوعات مقرر تھے۔ حسن و عشق، معرفت، خمریات، شیخ و ناصح پر طنز کے علاوہ شاذ ہی کوئی موضوع ہو گا جو غزل کا حصہ بنتا ہو لیکن جدید غزل کے لیے کوئی مضمون غیر غزلیہ نہیں ہے۔ اب ہر قسم کے مطالب کو غزل میں پیش کیا جاتا ہے۔ غزل ہماری شاعری کا جاندار اور قیمتی سرمایہ ہے۔ اسی صنف کی بدولت اردو شعری ادب دوسری زبانوں سے آنکھ ملانے کے قابل ہوا۔

نسیم دہلوی کا اصل نام اصغر علی خان اور تخلص نسیم تھا۔ ۱۷۹۹ء میں دہلی میں جنم لیا۔ فارسی اور عربی کے علاوہ خوش خطی سیکھی۔ مومن کے شاگرد تھے۔ والد کے انتقال کے بعد واجد علی شاہ کے عہد میں لکھنو چلے گئے۔ مطبع مصطفائی میں خوش نویس رہے۔ غدر کے بعد نول کشور کے مطبع میں الف لیلہ کے منظوم ترجمے کی خدمت پر مامور رہے اور وہیں الف لیلی جلد اوّل منظوم کی۔ عدم توجہی اور لاپرواہی کی وجہ سے بہت سا کلام ضائع ہو گیا۔ وفات کے بعد شاگردوں نے ان کے کلام کو "دفتر شنگرف" کے نام سے شائع کروایا۔ ۳۱ جنوری ۱۸۶۹ء کو لکھنو میں وفات پائی۔ ان کے مشہور شاگرد امیر اللہ تسلیم ہیں۔ غزل میں ان کے نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں:

شمشیر محبت سے ہوا چاک جو سینہ
ہر زخم جگر لفظ بنا صل علیٰ کا[5]

ہوں عاشق دیوانہ جو معشوق خدا کا
غل نالۂ زنجیر میں ہے صل علیٰ کا[6]
اعمال نسیم اپنے برے ہیں کہ بھلے ہیں
لیکن ہے بھروسہ ہمیں محبوب خدا کا[7]

جرأت نے اٹھارہویں صدی عیسوی کے وسط ۱۷۴۹ء میں دلی میں جنم لیا۔ جرأت کا خاندانی نام یحییٰ مان اور عرفیت قلندر بخش تھی۔ جرأت کے نام میں اختلاف ہے۔ کچھ نے "مان" کو بے معنی سمجھتے ہوئے "امان" لکھا ہے۔ اصل میں "مان" ان کا آبائی لقب تھا۔ جرأت کی شاعری کو میرؔ تقی میرؔ نے "چوماچاٹی" اور مصحفیؔ نے "چھنالے کی شاعری" کہا تھا۔ جرأت میرؔ اور مصحفیؔ کے ہوتے ہوئے مشاعروں میں ان دونوں سے زیادہ داد وصول کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم فیض آباد سے حاصل کی۔ ان کی تعلیم بس واجبی رہی پھر بھی ان کی شاعری سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی زبان، علم طب، عروض و قوائد اور فن و شعر سے بخوبی واقف تھے۔ فیض آباد میں شاعری کا شوق بڑھا اور جعفر علی حسرت کی شاگردی اختیار کرلی۔ شروع میں بریلی کے نواب محبت خان کی

صحبت اختیار کی اور پھر لکھنو آ گئے اور شہزادہ سلیمان شکوہ کے ہاں ملازمت اختیار کر لی۔ جرأت کو علم نجوم سے بھی دلچسپی تھی۔ لکھنو پہنچنے تک تقریباً دس بارہ سال بعد جرأت کی بصارت زائل ہو گئی۔ اس حادثے کے زمانے کا ابھی تک تعین نہیں کیا جا سکا کیوں کہ تذکروں کی اطلاعات متضاد اور مختلف ہیں۔ جرأت کا وصال ۱۸۰۹ء میں ہوا۔ ان کے کلام پر ابھی تک وہ توجہ نہیں دی گئی جس کے وہ مستحق ہیں اور نہ ہی ابھی تک اردو شاعری میں ان کا نام متعین کیا گیا ہے۔ جرأت کو ابھی تک محض بوس و کنار کا شاعر کہہ کر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ جرأت کے کلام میں نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں:

سپہر معرفت حقا ہے وہ مہر الوہیت
کہ جس کا دین روشن آئینہ حق نمائی کا
منور کیوں نہ اس کے نور سے ہو خانۂ طاعت
کہ روشن کرنے والا ہے وہ شمع پارسائی کا
گروہ انبیا میں وہ ہی حق کا برگزیدہ ہے
سوا اس کے لقب کس کو ملا ہے مصطفائی کا[8]

برقؔ دبستان

برقؔ دبستان لکھنو کے نمائندہ شاعر ہیں۔ ان کا نام مرزا محمد رضا، تخلص برقؔ، خطاب فتح الدولہ بخشی الملک تھا۔ تاریخ پیدائش صحیح سے معلوم نہیں۔ ۱۷۹۰ء کے قریب لکھنو کے محلہ منصور نگر میں جنم لیا۔ زمانے کے دستور کے مطابق تعلیم و تربیت پائی۔ بانگ، نبوٹ اور شمشیر زنی کے فن پر مہارت حاصل کی۔ برقؔ بہت بہادر تھے لیکن متکبر نہ تھے۔ نہایت خلیق و ملنسار، شرافت و نجابت، انکساری اور دوسری ذاتی و اضافی صفات کے حامل تھے۔ اپنی صفات کی وجہ سے جلد مشہور و مقبول ہو گئے۔ برقؔ کو شعر و شاعری سے کم سنی میں ہی شغف پیدا ہو گیا تھا۔ ناسخؔ کے شاگردوں میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ وہ نہایت پر گو شاعر تھے۔ ان کے تقریباً بیس شاگرد تھے جن میں بعض صاحب دیوان تھے۔ ۱۷ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو غریب الوطنی کے عالم میں وصال کر گئے۔ "ضخیم دیوان" ان کی یادگار ہے جس میں مختلف اصناف سخن موجود ہیں۔ دیوان کا ایک قلمی نسخہ سلطان المدارس لکھنو میں محفوظ ہے۔ لکھنو کی تباہی پر ایک شہر آشوب بھی لکھا۔ برقؔ اپنے کلام میں نعت رسول ﷺ یوں لکھتے ہیں:

حضور شاہ والا اہل دیں میں راج پاتے ہیں
زمیں قصرِ سلطان ہے نمونہ عرش اعظم کا[9]

میر حسنؔ

میر حسنؔ اپنے زمانہ کے ایک نمایاں جیّد فاضل اور خوش نویس تھے اور ان کمالات کی وجہ سے اپنے ہم چشموں اور ہم عصروں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ میر حسن کی ولادت پرانی دلی کے محلہ سید واڑہ میں ۱۷۲۷ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی۔ عربی کم جانتے تھے۔ مگر فارسی میں کمال حاصل تھا اور اس زبان میں کمال بے تکلفی اور سادگی سے لکھتے تھے۔ شعر و شاعری میں بچپن ہی سے شغف تھا۔ خواجہ میر دردؔ ان کے پہلے استاد تھے۔ معاشی حالات ابتر ہونے کی وجہ سے دہلی سے فیض آباد چلے گئے وہاں نواب سالار جنگ اور پھر ان کے بیٹے سردار جنگ مرزا نوازش علی خان کے ملازم ہو گئے۔ جب نواب آصف الدولہ تخت سلطنت پر بیٹھے اور لکھنو دارالسلطنت ہو گیا تو میر حسنؔ بھی لکھنو چلے آئے اور تھوڑے دن قیام کر کے یہیں ۱۷۸۵ء میں انتقال کر گئے۔ میر حسنؔ نے مثنوی میں بھی خوب نام کمایا۔ "سحر البیان"، "گلزار ارم" اور "رموز العارفین" کے

علاوہ کئی دوسری مثنویاں بھی لکھیں۔ میر حسنؔ اور انیسؔ نے اردو شاعری کو غزل کی روش عام سے ہٹ کر جس طرح مالا مال کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ میر حسنؔ کی غزلوں میں نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں:

کیوں کر خدا نہ بخشے گنہ اس غلام کا
بندہ ہوں دل سے محمد کے نام کا
بھیجوں ہوں زلف ورخ پہ محمد کی نت درود
میں نت کیا ہے ورد یہی صبح و شام کا
جلوے سے ہے نبی ہی کے ساری یہ کائنات
خلصؔ وہی ہے دونوں جہان میں تمام کا[10]

قلقؔ میرٹھی

قلقؔ میرٹھی کا اصل نام حکیم غلام مولا عرف مولا بخش تھا۔ قلقؔ کی ولادت ۱۸۳۲ء میں میرٹھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم ۱۲ برس تک میرٹھ میں جاری رہی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے دہلی آ گئے۔ مدرسہ غازی الدین خان جسے ۱۸۲۵ء میں دلی کالج کا نام دیا گیا سے تعلیم حاصل کی۔ فارسی کے استاد مولوی امام بخش صہبائی کے شاگرد تھے۔ خالی اوقات میں انگریزی بھی سیکھی۔ ۱۸۵۲ء میں دلی کالج کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد طب کی تکمیل حکیم غلام نقشبند سے کی تھی اور فارغ وقت میں مریضوں کا مفت علاج کرتے۔ ان کی طبیعت موزوں تھی۔ شاعرانہ ماحول ملا تو دسمبر ۱۸۶۳ء کے قریب شاعری میں قدم رکھا۔ قلقؔ نازک خیال اور دقت پسند طبع رکھتے تھے اس لیے انھوں نے مومنؔ کی شاگردی اختیار کی اور بہت جلد ان کا چرچا شاعروں میں ہونے لگا۔ قلق ریاکاری سے مبرا تھے، معاشی حالت اچھی نہ تھی۔ ۱۸۸۰ء کو میرٹھ میں وفات پائی۔ انھوں نے انگریزی نظموں کا ترجمہ ''جواہر منظوم'' کے نام سے کیا۔ قلق کی یادگار ''کلیات قلق'' ہے۔ جو ان کے چھوٹے بھائی محمد عبد اللہ نے وصیت کے مطابق مرتب کر کے چھپوا دیا۔ قلقؔ کی نعتیہ غزلوں سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

برق سحاب مہر ہے ابروئے مصطفا
ہے طرہ اوس پہ سایہ گیسوہ مصطفا
ہے تشنگان یاس کا کس درجہ اہتمام
کوثر لگی ہوئی ہے سر کوئے مصطفا
معراج اوج وہم سے کیوں کر نہ ہو بلند
ہے نور عرش سایۂ مشکوئے مصطفا[11]

مرزا حاتم علی بیگ

مرزا حاتم علی بیگ ان کا اصل نام اور مہرؔ تخلص تھا۔ دبستان لکھنو کے نامور شاعر مرزا حاتم علی بیگ مہرؔ ایک شریف اور معزز خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ مہرؔ کی ولادت ۱۸۱۵ء میں ہوئی۔ ان کی جائے پیدائش کے بارے میں محققین میں اختلاف ہے۔ مرزا محمد عسکری نے ''خطوط غالب'' میں آگرے، قطب الدین باطن نے اپنے تذکرے ''گلستان بے خزاں'' میں فرخ آباد، اور خواجہ عبد الرؤف عشرت نے اپنے تذکرے ''تذکرہ آب بقا'' میں مہرؔ کا مولد لکھنو بتایا ہے۔ تعلیم اور ابتدائی استاد کی تفصیلات کا علم نہیں ہے البتہ ان کا کلام دیکھ کر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اردو، فارسی نیز عربی زبانوں میں ان کی استعداد اچھی تھی اور شاعری سے ان کو فطری مناسبت تھی۔ شعر گوئی کا شوق بچپن ہی سے تھا، ۱۴ برس کی عمر میں شعر کہنے لگے۔ نہایت پر گو

شاعر اور کثیر التصانیف مصنف تھے۔ مہؔر نے ناسخؔ کے شاگرد ہونے کا اعتراف کہیں کہیں اپنے اشعار میں کیا ہے۔ ۱۸۷۹ء میں انتقال کر گئے۔ میؔر کی غزلوں میں نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں:

معراج پیمبر کا تصور ہے دم فکر
اب عرش اولیٰ پر ہے گزر ذہن رسا کا
ہے نام محمد ﷺ کلمہ اشہد باللہ
کیوں ورد نہ ہو صل ّعلی صل ّعلی
کیفیت مشرب ہے سرور طرب افزا
نشہ ہے مے ٔساقیٔ کوثر کی ولا کا[12]

شیخ امام بخش ناسخؔ

شیخ امام بخش ناسخؔ اردو غزل میں ایک عہد ساز شخصیت کا نام ہے۔ ان کو شاعری کے لکھنو سکول کا بانی کہا جاتا تھا۔ ناسخؔ کا شمار ان شاعروں میں ہوتا ہے جن کی ادبی خدمات لکھنو کے ادبی مرکز کی تعمیر و تشکیل میں تاریخی حیثیت سے ناقابل فراموش ہیں۔ ناسخؔ کی ولادت ۱۱۸۶ء ہجری کو فیض آباد میں ہوئی لیکن اس میں محققین کا اختلاف ہے۔ ناسخؔ اپنی غزلوں میں نعت رسول ﷺ یوں پیش کرتے ہیں:

خدا تیرا معرف ہے ملک تیرے موصف ہیں
نہیں حد بشر کہنا تیرے اوصاف بیحد کا
عبور اللہ نے اس کو دیا ہے علم باطن پر
لیا ہر چند ظاہر میں نہ درس اک حرف ابجد کا
دکھا اس کو جہان میں غل ہے جس کی آمد آمد کا
الٰہی ہون بہت مشتاق دیدار محمد کا[13]

مرزا محمد رفیع سوداؔ

مرزا محمد رفیع سوداؔ کا کلام اردو شاعری میں ایک مخصوص انفرادی حیثیت کا آئینہ دار ہے۔ اٹھاریوں صدی کے یگانۂ روزگار شاعر نے اپنی غیر معمولی علمیت اور بے پناہ تخلیقی صلاحیت سے ایک نیا آہنگ پیدا کیا۔ سوداؔ ۱۷۰۷ء اور ۱۷۱۲ء کے درمیان دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کی اصل تاریخ پیدائش معلوم نہیں۔ محققین میں جائے ولادت کے بارے میں اختلاف ہے۔ سوداؔ کا بچپن ایک رئیس خاندان کے چشم و چراغ کی حیثیت سے بڑے ناز و نعم اور آرام میں گزرا۔ وقت کے بہترین اساتذہ اور اتالیق سے پڑھنے کا شرف ملا۔ سوداؔ کو شعر و سخن اور علم و ادب سے فطری ذوق اور لگاؤ تھا۔ وہ دلی چھوڑ کر فرخ آباد گئے تو وہاں کے شعرا اور اہل علم و دانش کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ جب نواب آصف الدولہ نے لکھنو کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا تو سوداؔ بھی لکھنو چلے گئے اور بقیہ زندگی وہیں بسر کی۔ ان کی شاعرانہ عظمت اور شہرت کا باعث ان کی قصیدی نگاری ہے۔ سوداؔ سے پہلے اس صنف کا کوئی قابل معیار ذکر نہیں تھا۔ اس نے اردو قصیدہ کو ان تمام خوبیوں سے مالا مال کر دیا جو فارسی کا طرہ امتیاز تھیں۔ سوداؔ اردو کے وہ پہلے شاعر ہیں جنھوں نے اپنے عہد کی غزل کو زندگی اور زندہ دلی سے بھرپور آہنگ عطا کیا۔ ان کی غزل میں بلند حوصلگی اور جرأت رندانہ کی گونج ہے۔ وہ ایک دبنگ، غیور اور زندہ دل انسان تھے۔ ان کا سارا کلام جذبات، محسوسات، کیفیات اور کبھی واردات کا ترجمان تھا۔ انھوں نے جو کچھ دیکھا، محسوس کیا، وہ زبان سے ادا کیا۔ ہر مضمون کو انھوں نے لطیف و شوخ بنا کر پیش کیا، یہی ان

کے کلام کی خصوصیت ہے۔ تقریباً ٦٧ برس کی عمر ١٧٨١ء میں انتقال کر گئے۔ سودؔا اپنے غزلیہ کلام میں نعت رسول ﷺ یوں پیش کرتے ہیں:

ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا
موسیٰ نہیں جو سیر کروں کوہ طور کا
پڑھیے درود حسن صبیح و ملیح دیکھ
جلوہ ہر ایک پر ہے محمد ﷺ کے نور کا
توڑوں یہ آئینہ کہ ہم آغوش عکس ہے
ہووے نہ مجھ کو پاس جو تیرے حضور کا[14]

References

[1] Abū al-Ijāz Ḥafeez Saddīque, *Asnāf-e-Adab* (Lahore: Sangat Publishers, 2012), 82.
[2] Rāja Rasheed Mahmood, *Naat kaināt* (Lahore: Jhang publishers, 1993), 5.
[3] Dr. Sadaf Naqvī, *Gohar-e-Adab* (Faisalabad: Misal Publishers, 2019), 120.
[4] Dr. Ātish Durānī, *Urdū Asnāf kī Mukhtasir Tāreekh* (Lahore: Maktabah Merī Library, 1986), 45.
[5] Naseem Dahlavī, *Kuliyāt-e-Naseem*, ed. Kalb 'Alī Khān Fā'iq (Lahore: Majlis Tarraqī-e-Adab, 1966), 77.
[6] Dahlavī, *Kuliyāt-e-Naseem*, 76.
[7] Dahlavī, *Kuliyāt-e-Naseem*, 77.
[8] Qalandar Bakash Jurrat, *Kuliyāt-e-Jurrat*, ed. Dr. Noor al-Ḥassan Naqvī ('Alī Garh: Muslim University 'Alī Garh, 1971), 27.
[9] Muhammad Razā Khān Barq, *Ghazliyāt-e-Barq*, ed. Āghā Muhammad Baqar (Lucknow: Urdu Academy, 1983), 22.
[10] Meer Ḥassan, *Dīwān-e-Meer Ḥassan* (Lucknow: Maktabah Munish Nawal Kashoor, n.d), 3.
[11] Qalq Meertahi, *Gulistān Nazuk Khyāl* (Delhī: Dār Maktabah Ansārī, 1883), 4.
[12] Ḥātim 'Alī Baig Mehar, *Almās Darkhashān* (Hyderabad: Matbah Illahi Bakash), 2.
[13] Imam Baksh Nasikh, *Dīwān Nasikh* (Lahore: Dyal Singh Munaish, 1989), 3.
[14] Muhammad Rafī' Sodah, *KulIyāt Sodah*, ed. Muhammad Shams al-Dīn Saddīque (Lahore: Majlis Tarraqī-e-Adab), 36.